خواتین کا مقام اور حقوق
تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

مفتی محمد طلحہ اظہر

ABSTRACT

The very first institution of humanity has always been women's cradle this is the main reason she has been a target of conspiracies deprived of human rights respect and survival over the ages. If we take a look at all the religions worldwide we find that woman has always been treated contemptibly and has been blamed for anarchy and turmoil all the way back. Christianity Judaism Hinduism Buddhism have always considered her inferior and have given her a lower hand handled as a property sold as a commodity and buried alive were the main sources of Persecution and torture. Several women used to be in a man's possession at a time treated with cruelty and hatred thus the light of Islam spread giving each individual a feeling of superiority respect and honor. According to the teaching of Islam women is regarded as sign of respect and honour irrespective of the role she plays. Mother daughter or wife. Being a mother she carries the heaven under her feet and again is a sign of respect and honour if she is a sister or daughter, the holy Quran dedicates its two whole surahs nisa and nor explaining different aspects of a woman's life. The prophets household including his wives and daughters is a perfect role model for the sisters and daughters of the Muslim ummah. Islam offers women religious social and political rights and using them in the right way she should act as a role model for the future generations and should not become a source of cheap entertainment for the society, a wise philosopher once said give me a good mother and I will grantee you an excellent generation if women realize their status and responsibilities in this era a promising future is not away.

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

مرد اور عورت انسان ہونے کے اعتبار سے یکساں مقام رکھتے ہیں۔اور انکو اسلام نے یکساں مقام دیا ہے۔بنی نوع انسانی میں جو عزت و مرتبہ و اہمیت مرد کیلئے ہے وہی عورت کیلئے بھی ہے ان دونوں کے درمیان فرق عزت و اہمیت کے لحاظ سے جاہلی قوموں نے کیا ہے۔جاہلی قوموں سے مراد جنھوں نے آسمانی کتاب اور آسمانی احکام سے نبرد آزما اور بری الذمہ کا اعلان کیا۔ان لوگوں نے عورت مرد تو در کنار مردوں میں بھی،قومیت،عصبیت،صوبائیت،حسب ونسب،اور رنگ ونسل کے چلن کو روا رکھا۔اور الزام تراشی اسلام پر کرتے ہیں کہ وہ عورت کو غلام بناتا ہے۔حالانکہ اسلام ابدی ضابطہ حیات ہے اور تمام نوع انسانی کی زندگی کیلئے مشعل راہ ہے۔اور قرآن وسنت کا مطالعہ یہ بات طشت از بام کرتا ہے کہ جتنا قرآن وحدیث نے عورت کے حق کے بارے میں بات کی اتنا کسی کے حق کے بارے میں بات نہیں کی۔اسلام نے جو عورت کیلئے ضابطہء حیات طے کیا ہے۔وہ نظام زندگی کو مکمل اور ترقی یافتہ بناتا ہے۔لیکن اگر کوئی اسلام کی اس حکیمانہ ہدایت کو نظر انداز کر کے مرد اور عورت دونوں فریقوں کو ایسا آزاد بنادے کہ ہر ایک صرف اپنے انفرادی دائرے میں رہے۔تو اسکی بشری اور عائلی ضرورت پوری نہ ہو سکے گی۔اور معاشرے میں بگاڑ کی راہ ہموار ہوگی۔اور ان تمام خرابیوں کی جڑ مرد اور عورت کو بالکل آزاد اور برابر قرار دینے اور ہر ایک کو مطلق آزاد قرار دینے سے ہو رہا ہے۔حالانکہ معاشرے کی ترقی کو اسلام نے مرد اور عورت کے مضبوط ربط سے مربوط کیا ہے۔غرض یہ کہ اسلام ہی عورت کے حق کی بالادستی کو فروغ دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے حق کا تحفظ بھی کرتا ہے۔

عالمی مذاہب میں عورت کا مقام:

مذہب و اخلاق کی انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر (Chulvagga) کا قول پیش کیا ہے جسے (Oldenberg) نے اپنی کتاب (Buddha) میں نقل کیا ہے کہ پانی کے اندر مچھلی کی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت ہے اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کا اس کے پاس سے گذر نہیں۔(۱)

برہمن ازم میں شادی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ہر شخص کو شادی کرنی چاہئے۔لیکن (منو) کے قوانین کے مطابق شوہر بیوی کا سرتاج ہے۔اسے اپنے شوہر کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ اگر وہ دوسری عورتوں سے تعلق رکھے یا مر جائے تب بھی کسی دوسرے مرد کا نام اپنی زبان پر نہ لائے۔اگر وہ نکاح ثانی کرتی ہے۔تو وہ سورگ سے محروم رہے گی جس میں اسکا پہلا شوہر رہتا ہے۔زوجہ کے غیر وفادار ہونے کی صورت میں اسے کڑی سزا دی جائے عورت کبھی آزاد نہیں ہو سکتی۔وہ ترکہ نہیں پا

سکتی شوہر کے مرنے کے بعد اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گذارنی ہوگی شوہر اپنی بیوی کو لاٹھی سے بھی پیٹ سکتا ہے۔(۲)

مسٹر رے اسٹریچی چین میں عورت کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں ''چین میں چھوٹی لڑکیوں کے پیروں پر کاٹھ مارنے کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بے بس، نازک رکھا جائے یہ رسم اگرچہ اعلیٰ اور مالدار طبقات میں رائج تھی''۔(۳)

وہاں اسے ہر قسم کے شہری حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔تعلیم کے دروازے اس پر بند تھے۔ صرف چھوٹے درجہ کی مزدوری کے علاوہ کوئی اچھا کام نہیں کرسکتی تھی۔اور شادی کے وقت اسے اپنی ساری اَملاک سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ سے انیسویں صدی تک عورت کو جو درجہ دیا گیا تھا۔اس سے کسی بہتری کی امید نہیں تھی۔(۴)

قبل از نبوت عرب میں نوزائیدہ بچی کو پیوندِ خاک کرنا عرب کی بہادری کو ظاہر کرتا تھا۔اور جو لڑکیاں کسی طور بچ جاتیں اور عنفوان شباب کو پہنچ جاتیں وہ محض ایک کھلونا ہوتیں۔جس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔اس کے حقوق پامال کئے جاتے۔اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے۔اسکا ترکہ میں کوئی حصہ نہ ہوتا۔ لڑکیوں سے نفرت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اسے درگور کرنے کا رواج عرب کے تمام قبائل میں رائج تھا۔صعصعہ بن ناجیہ کا بیان ہے کہ اسلام کے ظہور کے وقت تک میں تین سو زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو فدیہ دے کر بچا چکا تھا۔(۵)

طلوعِ اسلام:

جب دینِ حق کا سورج طلوع ہوا۔اور اس کی ابھرتی کرنیں جاہلیت کے اندھیروں کو نگلنے لگیں۔ تو جہاں ہر شئے کا سمتِ سفر صحیح راہ پر گامزن ہو رہا تھا۔وہاں عورت کے حق کی بالادستی بھی عمل میں آئی، اور عورت کو عزت و توقیر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔اور کہیں بہن کی عزت، عصمت کے محافظ نظر آئے اور کہیں وہ بیوی کے روپ میں نظر آئی، تو کہیں ماں کے قدموں تلے جنت کے متلاشی نظر آئے، تو کہیں بیٹی کے دلدادہ اور اس کی غمگساری کرتے اس کے باپ، بھائی نظر آئے۔

أَوَمَنْ يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ(۶)

ترجمہ: آرائش زیور میں پلتی ہے۔اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔

قرآن مجید یہاں عورت کی فطرت بیان کر رہا ہے کہ وہ طبعاً نزاکت رکھتی ہے اپنی طبعیت میں اور لڑائی جھگڑے کے شور وغل سے دور رہتی ہے۔صناعِ ازل نے جو قوت اس میں ودیعت رکھی ہے۔اس میں جدال کا عنصر ہی نہیں۔

مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے، اور ایک غدّار بمقابلہ وفادار کے، اور ایک ناکارہ و ناقابل بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ایسا کرنا تو حقوق انسانیت و حقوق اخلاق کو تباہ و برباد کرنے کے زمرے میں آئے گا، ہر مرد و عورت کو شرعاً، قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو اسے اپنے ملک یا اپنے مذہب میں حاصل ہوں۔مگر یہ خاصہ صرف اور صرف اسلام کا ہے کہ وہ مساوات کا نہ تو صرف درس دیتا ہے بلکہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

☆ نام نہاد انسانی حقوق کے نام لیوا برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ، ویلز، اسکاٹ لینڈ، اور آئر لینڈ شامل ہیں۔لیکن کیا کسی آئرش کو کبھی پرائم منسٹر (PRIME MINISTER) ہونے کا موقع دیا گیا؟

☆ انگلستان کی آبادی میں بلحاظ مذہب دو بڑی قومیں ہیں پرائسٹنٹ، اور کیتھولک مگر آج تک کسی کیتھولیگی کو پرائم منسٹر (PRIME MINISTER) بننے دیا گیا؟

☆ ۱۹۴۷ء تک کسی ہندوستانی گورنر پر مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا۔کنگ امپیرر (KING EMPERIOR) کے حقوق کی حفاظت کیلئے خاص مراعات و قوانین عدالت سے بالکل علیحدہ تھے۔

☆ اسی طرح پوپ ہمیشہ یورپی ہی منتخب ہوا۔

اسلام نے اسی امتیاز کو ختم کیا اور عدم مساوات کے تمام تر احتمالات کا خاتمہ کر دیا۔اور وحدتِ اسلامی کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص چاہے وہ کسی قوم، ملک، کا باشندہ ہو، جملہ حقوق میں مساوی اور بالکل برابر سمجھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رائے دہندگی کا حق عورت کو حاصل ہے۔اور اگر کسی عورت نے یا بچے نے کسی دشمن کو اگر پناہ دی ہے تو اس کی پاسداری ایک سپہ سالار پر لازم ہے۔(۷)

اسلام میں عورت کا مقام:

جو عزّت، مرتبہ و مقام اسلام نے عورت کو دیا۔اور دنیا کی معاشرتی زندگی میں انقلابِ عظیم برپا کرتے ہوئے عورت کے مقام و مرتبے کی بحالی، سماج میں اُسے مناسب مقام دلانے، غیر منصف، اور ظالم قوانین، من گھڑت رسم و رواج، مردوں کی خود پرستی، خود غرضی اور تکبر و عناد سے نجات دلانے کے سلسلے میں جو حقیقت پر مبنی اور انتہائی منصفانہ طرزِ عمل اسلام نے اختیار کیا ہے، وہاں ہر حقیقت پسند انسان کو اعتراف و احترام کے ساتھ سر جھکانا پڑے گا۔قرآن و سنّت پر ایک طائرانہ نظر جاہلانہ نقطۂ نظر اور اسلامی زاویۂ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کیلئے کافی ہے۔دین میں، دین کے احکام و مسائل میں، فرائض میں، عبادات میں،

عقائد میں، اور علم میں کم سے کم ہم جس امت سے تعلق رکھتے ہیں اسمیں صنفِ نازک قطعاً محروم نہیں۔ اور اسمیں انکے لئے مستقل احکام مذکور ہیں۔ اور اسی طرح وہ دین وعلم، خدمتِ اسلام، خیر وتقوی میں تعاون، اور صالح معاشرہ کی تعمیر وترقی میں پوری طرح حصہ لے سکتی ہے۔

عورتوں کے حقوق کے بارے میں جو نظریہء مغرب کا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو حقوق مردوں کو حاصل ہیں۔ وہی قانونی اور سماجی طور پر عورتوں کو حاصل ہوں۔ جدید بنانا (MODERENIZE) دورِ حاظر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا۔ درحقیقت یورپین نام نہاد مفکرین آرام سے کرسی پر بیٹھ کر بغیر کسی تجربے کے نظریات اخذ کرتے ہیں۔ اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ عورتوں کو اپنی زندگی ایسے گزارنی چاہئے۔ عملی تجربات اور صورتِ حال کے غیر متعصبانہ تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان نظریات کی چمک دمک کے پسِ پردہ حقیقت کا سونا GOLD نہیں، اور جو حقوق اسلام نے دیے ہیں، جس طرح اس کی عکاسی مغربی ذرائع ابلاغ سے کی جارہی ہے۔ تو ہمیں بھی اس بات سے اتفاق کرنا پڑیگا کہ اسلام نے جو حقوق خواتین کو دیے ہیں۔ وہ واقعی فرسودہ اور نا کافی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں خواتین کی آزادی کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے۔ خواتین کی آزادی کے نام پردہ عورت کے احترام کی نفی، اور اس کی روح اور جسم کا استحصال ہے۔ جس پر آزادیٔ نسواں کا خوش نما پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور حقِ نسواں کے نعرے کی آڑ میں فحاشی، اور بے حیائی کی داستانیں رقم کی جاتی ہیں۔ اور مغرب نے عملی طور پر اسے داشتہ اور طوائف بنا کر کھڑا کردیا ہے۔ آرٹ اور کلچر کے خوبصورت پردوں کے پیچھے اس کا حد درجہ اِستحصال کیا جاتا ہے کہ وہ عملاً جنس کے متلاشیوں اور جسم کے کاروباریوں کے ہاتھوں وہ محض ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہے جس کا اسے احساس نہیں۔

خواتین کے حقوق:

ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہؓ ان سے فرائض اور فقہ کے پیچیدہ مسائل پوچھا کرتے تھے (۸)

حضرتِ عائشہؓ، حضرتِ حفصہؓ، امّ سلمہؓ، امّ ورقہؓ نے قرآن مجید حفظ کیا ہوا تھا (۹)

آنحضرت ﷺ کی احادیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں ان کا کوئی مجموعہ انھو نے خود تحریر کیا ہو یا نہیں، تاہم حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی روایات کی ہوئی تمام حدیثیں ان کے تین مخصوص شاگردوں عروہؒ، عمرہؒ، اور قاسمؒ کے ذریعہ عہدِ صحابہ میں ہی بہ قیدِ تحریر لائی جا چکی تھیں۔ ان تینوں کے متعلق ابنِ عیینہؒ کا یہ قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ احادیث کا علم سب سے زیادہ انہی کے پاس تھا (۱۰)۔

فقہ میں حضرتِ عائشہؓ کے فتاویٰ سے کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔(۱۱) دیگر صحابیاتؓ سے روایت کردہ فتاوی جات سے بھی ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

حدیث میں ازواجِ مطہرات عموماً اور حضرتِ عائشہؓ اور امِ سلمہؓ خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز ہیں۔ حضرتِ عائشہؓ کی روایات ۲۲۱۰ ہیں اور امّ سلمہؓ کی روایات کی تعداد ۳۷۸ ہے۔ اس کے علاوہ امّ عطیہؓ، اسماء بنتِ ابی بکرؓ، امّ ہانیؓ اور فاطمہ بنتِ قیسؓ صحابیات میں سے ہیں جو کثیر الروایہ گذری ہیں۔(۱۲) درسِ قرآن امّ سعدؓ قرآن مجید کا درس دیا کرتی تھیں۔(۱۳) علمِ اسرارؓ علمِ اسرار میں حضرت امّ سلمہؓ کو پوری واقفیت تھی۔(۱۴)

طب اور جراحی میں رفیدہ اسلمیہؓ، امّ مطاعؓ، امّ کبشہؓ، حمنہ بنتِ جحشؓ و دیگر صحابیات کو مہارت تھی۔ رفیدہؓ کا جراح خانہ جو کہ ان کے خیمہ میں ہی تھا مسجدِ نبوی کے پاس تھا۔(۱۵)

بہت سی صحابیات شاعری میں ماہر تھیں، مگر حضرتِ خنساءؓ جیسی آج تک عورتوں میں پیدا نہیں ہوئی۔ ان کا دیوان چھپ گیا ہے۔

یہ ان صحابیاتؓ میں سے ہیں جن سے جلیل القدر تابعین اور مدینہ منورہ کے فقہاء نے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان سے ایک روایت ابنِ عمرؓ نے بھی نقل کی ہے(۱۶)

ازواجِ مطہرات میں حضرت امّ سلمہؓ لحن سے قرآن مجید پڑھتی تھیں، اور خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔ اسی طرح خیر القرون کے دور میں ہمیں متعدد خواتین کی مثال ملتی ہے جو مختلف فنون میں ماہر رہیں۔(۱۷)

امام زہریؒ جو تابعین کے سرخیل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہؓ ان سے پوچھا کرتے تھے(۱۸)

قرآن، فرائض، حلاو حرام، فقہ، شاعری، طِب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہؓ کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ اس قدر بلند ہیں کہ ان کا نام حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور اکابر صحابہ پر انھوں نے جو اعتراضات کئے ہیں، ان کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ عید الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابہ میں جمع کیا ہے۔(۱۹)

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ چودہ سو سال پہلے کی بات ہو رہی ہے، کہ جس وقت عورت کا

وجود معاشرہ کیلئے ناسور سمجھا جاتا تھا، اس وقت اسلام نے اس کو تعلیم کا حق دیا، جس وقت تعلیمِ نسواں کا کوئی تصور ہی نا تھا۔ اسلام تعلیم کے حصول کے مخالف نہیں بلکہ موجودہ نظام میں جو تعلیم حاصل کرتے وقت ذہن سازی اور نئی نسل کی جو کردار کشی کی جا رہی اسلام اُس کی مخالفت کرتا ہے۔ جس میں مخلوط تعلیم، غیر اسلامی، غیر اخلاقی لٹریچر، متعصب رویہّ کا استعمال، مکاری، ذخیرہ اندوزی کی ترغیب، کاہلی، سنّتِ نبوی سے دوری نئی نسل کا مستقبل ہے۔ ہاں اگر تعلیمی اصول قرآن وسنّت کے مطابق ہوں اور نونہال کی تربیت و تعلیم قرآن و سنّت کے مطابق کی جائے تو وہ یقیناً عینِ عبادت ہوگی۔ اور پھر وہ ڈاکٹر، انجینیر، تاجر، سیاستدان، سائنسدان کچھ بھی بن کر مذہب وقوم کی خدمت کریگا چاہے لڑکا ہو یا لڑکی تو یقیناً وہ اس کیلئے اور اس کے والدین کیلئے دنیا وآخرت میں نجات کا باعث ہوگا۔ اور اس کے برعکس اگر خدا نخواستہ اگر وہ تعلیم قرآن وسنّت کے وضع کردہ اصولوں کے مخالف ہوئی تو وقتی طور پر تو آپ اس کی منفعت سے فائدہ حاصل کر لیں گے۔ مگر وہ تعلیم ایک آگ کی مانند اور اس کے بخارات سے بنے بادل آپ کی زندگی میں اندھیرے کو پھیلا دیں گے۔ اور آخر کار ان بادلوں سے برسنے والا پانی آپ کیلئے اور آپ کی اولاد کیلئے سمّ قاتل ہوگا۔ اور یقیناً آج پوری قوم ان برے نتائج کا بخوبی مشاہدہ کر رہی ہے۔ اور کئی گھرانے اس جلتی آگ میں سلگ رہے ہیں۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ تعلیماتِ نبوی کو عام کیا جائے اور ان تعلیمات کی روشنی میں لڑکے یا لڑکی کی تعلیم کا حصول ممکن بنایا جائے۔ جو کہ یقیناً ہمارے لئے ذریعہ نجات اور ہماری آنے والی نسلوں کیلئے سرمایہ ہوگا۔

عورت کی تعلیم کی ضرورت

عورت کی تعلیم اور خصوصاً دینی تعلیم بہت ضروری ہے۔ اور میرا نظریہ تو یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کے دو بچے ہوں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی، اور وہ دونوں میں سے کسی ایک کو تعلیم دینے کی استطاعت رکھتا ہو تو، اس کو چاہئے کہ وہ لڑکی کو تعلیم دے، کیوں کہ اگر فرد پڑھا، تو ایک فرد پڑھا۔ اور اگر ایک عورت پڑھی تو ایک نسل تعلیم یافتہ ہوگی۔

لڑکی کیلئے دنیاوی تعلیم اور ظاہری آرائش سے زیادہ دینی تعلیم کی فکر کیجئے، کیوں کہ کل کو جب وہ آپ کی عزّت بن کر کہیں جائے گی۔ تو وہ آپ کے گھر سے صرف آپ کی اچھی تربیت لے کے جائے گی جس کی روشنی میں وہ آنے والی زندگی کی بنیاد اس پر قائم کرے گی اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خانگی زندگی کا صحیح سمتِ سفر متعین کریگی۔ اور آنے والی نئی نسل کو با کمال بنا سکے گی اور اگر خدانخواستہ اسے دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ کیا گیا اور صرف ظاہری سونا چاندی سے لیس کر کے اُسے گھر سے رخصت کیا تو اس کے نتائج بہت خراب نکلتے ہیں۔ اور وہ شوہر کو اپنا قوّام سمجھنے کے بجائے اپنا غلام سمجھتے ہوئے اپنے جائز

نا جائز مطالبات شروع کرتی ہے، اور یہاں سے نفرتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ نتیجتاً آخری حل فریقین کی جدائی ہوتا ہے اور اس طرح اُس گھر کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ ہاں اگر اس کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا جاتا تو وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی اور کوئی بھی نا جائز مطالبہ ضد، انانیت کو روا رکھنے سے پہلے اللہ سے ڈرتی، کیوں کہ ایک گھر کو اُجاڑنے والی بھی عورت اور ایک کامیاب نسل کی معمار بھی عورت ہے۔

عورت کا تجارتی حق:

صحابیاتؓ عموماً کپڑا بُنا کرتی تھیں جو انکو اور انکی اولاد کو کافی ہوتا تھا (۲۰)

کاشت کاری چوں کہ ہر علاقہ میں نہیں ہوسکتی اس لئے وہ مدینہ منورہ یا سرسبز مقامات میں ہی ہوتی تھی۔ اور تمام صحابیات کو اس میں مہارت نہیں تھی۔ مدینہ میں انصار کی عورتیں کاشت کاری کرتی تھیں اور مہاجر عورتوں میں حضرت اسماءؓ کا یہی مشغلہ تھا (۲۱)

صحابیات میں حضرت خدیجہؓ کی تجارت بہت وسیع پیمانہ پر تھی جو کہ مکہ کے علاوہ دوسرے ملکوں تک تھی۔ اس کے علاوہ حولاءؓ، ملکہؓ، ثقفیہؓ، اور بنتِ مخرؓ یہ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔ (۲۲)

حضرت سودہؓ طائف کی کھالیں درست کرتیں اور ان کو دباغت دیا کرتی تھیں۔ (۲۳)

صحابیات میں حضرت زینبؓ دست کاری میں ماہر تھیں۔

ایک عاقل، بالغ، مسلمان عورت خرید و فروخت کرسکتی ہے۔ اِملاک رکھ سکتی ہے۔ خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ وہ اپنی مرضی سے اپنے مال کے بارے میں وہ فیصلہ کرسکتی ہے جو ایک مرد کرسکتا ہے۔ اسلام نے عورت کو جائداد رکھنے اس کی خرید و فروخت اور تجارت کا حق چودہ سو سال پہلے دیا جب کہ انسانی حقوق کے نام لیوا، اور نام نہاد خواتین کے حقوق کے علمبردار برطانیہ نے یہ حق عورت کو سنہ ۱۸۷۰ میں دیا۔ اور اس سے پہلے عورت کو شادی کے وقت اپنی تمام تر اَملاک سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔

جہاں تک عورت کے کام کاج، کاروبار یا ملازمت کا تعلق ہے اسلام اسکی پوری اجازت دیتا ہے۔ قرآن و حدیث نے عورت کی تجارت، یا ملازمت پر کہیں بھی پابندی عائد نہیں کی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ کام جائز ہو اور شرعی قانون اور اسلامی اقدار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کرے، عورت کی جائز تجارت کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود ہے۔ ہاں وہ تجارت یا پیشہ جس میں شرعی قوانین کی پاسداری نہ ہو، اور اسلامی اقدار اور تعلیمات سے روگردانی کی جائے جیسے کہ اداکاری، ماڈلنگ یا اس قسم کے دوسرے کام جس میں عورت کے حسن و جمال یا اس کے جسم کو بازار کی زینت بنایا جائے یا نشہ آور چیزوں کی تجارت، قمار بازی سے تعلق رکھنے والے پیشے ایسی ملازمت یا تجارت مردوں کیلئے بھی ایسے ہی حرام و ناجائز ہیں جیسے کہ عورت کیلئے۔

نفقہ کی ذمہ دار

ویسے تو نان نفقہ کی تمام تر ذمہ داریاں اسلام نے مرد کو سونپی ہے اور عورت کو ان تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ کیا ہے۔ہاں اگر خدانخواستہ ایسے حالات پیدا ہوجائیں اور عورت کو بغرض کسب معاش کیلئے نکلنا پڑے تو اسلام اس کو روکتا نہیں مگر کچھ شرائط کے ساتھ اسے جانے کی اجازت دیتا ہے،جن اداروں یا فیکٹریوں میں وہ جائے وہاں عورتوں اور مردوں کے شعبہ جات الگ، الگ ہوں۔کسی قسم کا اختلاط مردوں سے نہ ہو،اور تمام تر انتظامات اسلامی اقدار و اسلامی اصولوں کی عکاسی کرتے ہوں تو اسلام اس کے کسب معاش پر کسی قسم کی جرح نہیں کرتا۔اور اگر کسی موڑ پر مرد حضرات سے کسی قسم کا اختلاط متوقع ہو،تو وہاں اپنے کسی محرم کی مدد لیتے ہوئے تجارت کا دائرہ کار وسیع کرسکتی ہے اور اگر محارم بھی موجود نہیں تو مکمل پردے میں اسلامی تعلیمات کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام اسکی تجارت کی راہ ہموار کرتا ہے۔

اسکی زندہ مثال حضرت خدیجہؓ ہیں۔ جو اپنے وقت کی مکہ کی مالدار خاتون تھیں،اور نبی کریم ﷺ ان کی جانب سے تمام ذمہ داریاں انجام دیتے تھے۔اور شادی سے پہلے اپنے اعزّا کو معاوضہ دیکر مالِ تجارت روانہ کرتی تھیں۔مگر عورت کو مجبور کرنا جائز نہیں ملازمت پر،لیکن اگر وہ کچھ کماتی ہے تو وہ اس کی ذاتی ملک ہے کسی پر خرچ کرنے کی وہ پابند نہیں۔غرض یہ کہ اسلامی اصولوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بغیر کسی فتنہء فساد کے عورت تجارت کرسکتی ہے۔اور جہاں کہیں فتنہء فساد ہو اور اسلامی اقدار و تعلیمات کو روا نہ رکھا جائے تو اس ملازمت یا تجارت سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوگا اور یقیناً اسلام اس کی اجازت نہیں دیگا،اور وہ تجارت اس کیلئے دنیا وآخرت میں وبالِ جان ثابت ہوگی۔اور ابدی جہنم میں جانے کا سبب ہوگی۔

عورت کا سیاسی حق

جس طرح اسلام نے عورت کو دوسرے حقوق دیئے ہیں وہاں اسے اپنی رائے کا اظہار کا حق بھی دیا ہے۔جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے خواتین سے بیعت لی ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔اور بیعت آجکل الیکشن کے زمرے میں آتی ہے،جس میں عورت اپنی رائے کا اظہار کرسکتی ہے،آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی خواتین نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔اور اس کو قبول بھی کیا گیا ہے۔

عورت کے سیاسی حقوق اس قدر وسیع ہیں کہ وہ اگر کسی دشمن کو بھی پناہ دیتی ہے،تو اسکی پاسداری قوم کے سپہ سالار پر لازم ہے اسی طرح فتحِ مکہ کے زمانے میں امّ ہانیؓ جو حضرت علیؓ کی ہمشیرہ تھیں،ایک مشرک کو پناہ دی،جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا تم نے جس کو پناہ یا امان دی ہم نے بھی اس کو امان دی۔(۲۰)

حضرت شِفاء بنتِ عبداللہؓ اس قدر صاحب الرّائے تھیں کہ حضرت عمرانؓ ان کی تحسین فرماتے اوران سے مشورہ لیا کرتے تھے(۲۴)

قبل از ہجرت قریشِ مکہ اپنے مذموم عزائم کو انجام دینے کیلئے اس بات پر متفق ہوئے، کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنا چاہا تا کہ نعوذ باللہ ان کو قتل کریں، تو رَقیقہ بنتِ صیفی جو عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں، انھوں نے آپ ﷺ کو ان کے اس منصوبے کی پہلے ہی اطلاع دی، تو آپ ﷺ انکی اطلاع پر اپنی خوابگاہ میں حضرت علی کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ ہجرت کیلئے روانہ ہوگئے۔ رہتی دنیا تک رقیقہ کا یہ احسان امتِ مسلمہ پر رہے گا۔(۲۵)

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ حق مہر کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے، اور حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ مہر کی حدّ بالا مقرر کردی جائے، کیوں کہ نوجوانوں کیلئے شادی کرنا مشکل ہو رہا تھا، تو پیچھے سے ایک بوڑھی خاتون اٹھی اور اس نے قرآن کی آیت تلاوت کی، ’’اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کرہی لو تو خواہ تم نے اسے (پہلی بیوی) ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ نہ لو‘‘ (القرآن)(۲۶) اور کہا کہ جب قرآن نے یہ اجازت دی ہے، ڈھیر سارا مال دینے کی تو عمرؓ کون ہوتا ہے حد مقرر کرنے والا، یہ سن کر حضرتِ عمرؓ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور فرمایا یہ عورت درست تھی اور عمر غلط تھا(۲۷) اندازہ کیجئے قانون سازی کے وقت ایک عورت نے مداخلت کی اور امیر المومنین نے اس کی تجویز کو نا صرف قبول کیا بلکہ اپنے غلط ہونے کا اعتراف بھی کیا، اُس وقت کی عورت کو یہاں تک حق حاصل تھا کہ ایک عورت خلیفہ پر کھلے عام جرح کرسکتی تھی، مگر اس بات سے صرفِ نظر نہیں کرسکتے کہ اسلام حقوق میں مرد وعورت کی برابری چاہتا ہے یکسانیت نہیں۔

عورت کی سربراہی

اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیئے ہیں، جو اقوامِ عالم نے یا تو ان کو سلب کردیا، یا اسے بروقت نہیں دیا۔ مگر اسلام عورت کے حق کا درس بھی دیتا ہے اور اس کے حق کا تحفظ بھی کرتا ہے۔ لیکن ایک معرکۃ الآراء مسئلہ عورت کی سربراہی کا ہے، کہ عورت کو مملکت کی سربراہی کا حق ہے یا نہیں، اسکے لئے کچھ اصول یاد رکھیں

اصول نمبر ا: تمام فقہاءِ امت جو امت میں صحت اور سند کا درجہ رکھتے ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ کسی خاتونِ خانہ کو سربراہِ مملکت بنانا حرام ہے۔ اور اگر اس کو سربراہِ مملکت بنادیا تو اس کی حکومت لائقِ تسلیم نہ ہوگی، کیوں کہ وہ شرعاً نماز کی امامت نہیں کرسکتی جو کہ امامتِ صُغریٰ ہے، اسی طرح امامتِ کبریٰ یعنی مملکت کی سربراہ بننے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اصول نمبر ۲۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان واجب الا ذعان ہے، اور بالکل برحق ہے کہ 'وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے زمامِ حکومت عورت کے سپرد کر دیا' اس حدیث شریف کو تمام فقہائے امت اور اکابرین ملت نے قبول کیا ہے اور اسی پر اجماع و اتفاق کی بنیاد رکھی ہے اور یہ اصول ہے کہ جس حدیث پر فقہاء کا اجماع ہو اور اتفاق کی مہر ہو وہ حجتِ قاطعہ ہوتی ہے اور ایسی حدیث 'حدیثِ متواتر' کہلاتی ہے، امام ابوبکر جصاص رازیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ 'جس خبرِ واحد (حدیث) کو سب نے قبول کرلیا ہو وہ ہمارے نزدیک متواتر کے حکم میں ہے (۲۸)

اصول نمبر ۳۔ مسائلِ دینیہ میں اجماعِ امت حجتِ شرعیہ ہے، خواہ سندِ اجماع معلوم ہو یا نہ ہو، کیوں کہ آنحضرت ﷺ کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اجماعی مسائل 'سبیل المومنین' ہیں اور مسلمانوں کے طریقے کو چھوڑ کر اغیار کے طریقے کو اپنانے کی کسی کیلئے گنجائش نہیں۔ کیوں کہ قرآن میں ارشاد ہے ''اور جو کوئی رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس پر حق ظاہر ہو چکا تھا، اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہولیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور اسکو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بڑی جگہ ہے جانے کی''۔ پس جو شخص اجماعِ اُمت سے انحراف کرنا چاہے تو اسکو اجازت نہیں اور اگر اجماعِ اُمت سے ہٹ کر کوئی نظریہ پیش کرے گا تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

دلائل شرع چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ (۳) اجماع (۴) قیاس ان چار کو چھوڑ کر کسی اور چیز سے شرعی مسائل کا استدلال درست نہیں۔

اصول نمبر ۴۔ الرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ (الآیۃ)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔ (۲۹)

یہاں سے مرد و عورت کی زندگی کے مراحل شروع ہو رہے ہیں۔ پہلا مرحلہ ازدواجی زندگی ہے، اور یہ دونوں ملکر شریعت کے بنائے ہوئے قانون کے تحت نکاح کے بعد ایک گھر کو، ایک نسل کو وجود بخشتے ہیں۔ اور ازدواجی زندگی اور تدبیر منزل میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے تابع اور اس کا مطیع و فرماں بردار بنایا ہے، تو امورِ مملکت میں عورت کے تابع و مطیع و فرماں بردار کیسے بنا سکتا ہے۔ اور پھر چند گھر ملکر ایک بستی آباد ہوتی ہے، اور یہاں سے سیاستِ مدینہ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ انسانی تمدن کا دوسرا مرحلہ ہے۔ پھر چند شہروں کے مجموعہ سے ملکر ایک ملک وجود میں آتا ہے۔ اور اس سے امورِ مملکت کی بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ تو اب دیکھیں کہ قرآن مجید نے پہلے مرحلے میں ہی اعلان کر دیا ''اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ'' گویا اسلام کی نظر میں پہلے مرحلے کا فطری نظام مرد ہی چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے برعکس فطری نظام کی سربراہ عورت ہو تو یہ اسلامی نظریہ کے خلاف ہوگا تو جب تمدن کی پہلی سیڑھی اور اولین قدم

پر عورت حاکمیت کی صلاحیت نہیں رکھتی تو تمدن کا آخری زینہ (ملکی حاکیت) میں عورت کی حاکیت اور اس کا مقام کیا ہوگا؟ دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ جب مرد وعورت نکاح کے بعد عائلی زندگی کو تشکیل دیتے ہیں اور اس وقت وہ صرف دو ہوتے ہیں۔ ان دو افراد میں بھی اسلام عورت کی حاکیت تسلیم نہیں کرتا، تو کروڑوں لوگوں پر اس کی حاکیت کیسے تسلیم کریگا۔

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۳۰)

اور فضیلت دی ان میں سے بعض کو بعض پر۔

مرد کی حاکیت عائلی زندگی میں بیان کرتے ہوئے، قرآن اس کی تصریح کر رہا ہے، اور وجہ بتاتا ہے، کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ جو اللہ نے عطا کی ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (۳۱)

وہ نیک ہیں اور وہ اطاعت گذار ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر رکھی گئی ہے۔ اور عورت پر نان نفقہ کی ذمہ داری تو کیا اس کے اپنے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی نہیں ہے اور کسبِ معاش کیلئے مردوں کو باہر جانے کی ضرورت اور لوگوں سے اختلاط کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کی صلاحیت صرف مرد ہی رکھتا ہے ہے۔ عورت اپنی صنفی خصوصیات کی بناء پر یہ صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ وہ حجاب اور تستُّر کی پابند ہے۔ جیسے کہ کہ ارشاد ہے

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى (۳۲)

ترجمہ: اور تم اپنے گھر میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو۔

اب آپ خود انصاف کیجئے کہ جو قرآن گھر میں عورت کو حکمران تسلیم نہیں کرتا۔ اور مرد کی فضیلت بتا کر اس کی حاکیت کا اعلان کر رہا ہے، اور جو عورت کے نان نفقہ کا بوجھ مرد کے کندھے پر ڈال کر عورت کو حجاب اور تستُّر کا پابند کر رہا ہے، اور گھر میں جم کر بیٹھنے کی تاکید کر رہا ہے، کیا وہ عورت کو حاکمِ اعلیٰ بن کر بے پردہ گھومنے، اور لوگوں سے ملاقات کی اجازت دے گا؟

اللہ تعالیٰ نے کم وبیش سوا لاکھ انبیاء کرام مبعوث فرمائے، مگر اس عظیم منصب کیلئے کسی عورت کو منتخب نہیں کیا گیا، وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی مبعوث ہونے کے بعد معاشرے کی اصلاح کرتا ہے اور سب سے پہلا اختلاط مردوں سے ہوتا ہے، تو ایک عورت ہو اور اس کے ذمہ غیر مردوں کی اصلاح ہو یہ اس کے لیئے بہت مشکل ہے، اور یقیناً فتنہ فساد کا اندیشہ ہے، اور اسلام فتنہ فساد کا سدِّ باب چاہتا ہے اس لئے اس نے یہ

بوجھ عورت کے سر پر نہیں ڈالا۔

مرد عورتوں کے قوّام:

مرد عورتوں کے قوّام ہیں، اس کی دو، وجہیں ہیں۔ ایک وہبی، اور ایک کسبی، وہبی یہ کہ اللہ نے مرد کو فضیلت دی اصل خلقت میں، حسنِ تدبیر میں، کمالِ عقل میں علم وجسم کی فراخی میں، اعمال کی مزید قوت او ر استعداد کی تکثیر میں اسی طرح نبوّت، امامت، قضاء، حدود اور قصاص وغیرہ پر شہادت دینا، وجوبِ جہاد، جمعہ، عیدین، اذان خطبہ، جماعت، وراثت میں زیادہ حصّہ کی وجہ سے، نکاح کا مالک ہونا، ایک سے زیادہ شادی کرنا، طلاق دینے کا اختیار، بغیر وقفہ نماز روزہ پورا کرنا یہ تمام وہبی امور ہیں فضیلت کے اور کسبی امور یہ کہ مرد مہرادا کرتا ہے، عورت کا نان نفقہ اس کے ذمّہ لازم ہے۔

بعض حضرات کی غلط فہمی یہ ہے کہ یہ حدیث (وہ عورت فلاح نہیں پا سکتی جس نے زمام حکومت عورت کے ہاتھ میں دیا ہو) موضوع ہے۔ حالاں کہ ان کا یہ گمان باطل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایسے لوگوں کی مثال اس حبشی کی سی دی ہے جس کو راستے میں ایک شیشہ پڑا ملا، اور اس نے اس میں اپنا مکروہ چہرا دیکھا، تو جب اس کو اپنی بھیانک شکل نظر آئی تو شیشہ کو پتھر مار کر توڑ دیا اور اس کو پھینک دیا اور بولا کہ تو تھا ہی بدشکل تب ہی تجھے کسی نے پھینک دیا، اسی طرح بعض حضرات کو فرمانِ نبوّت میں اپنا مکروہ چہرہ نظر آیا تو انھوں اس حدیث کو ہی مجروح کرنے کی ناکام کوشش کی، یہ حدیث نہ موضوع ہے نہ مجروح بلکہ اعلی درجہ کی صحیح ہے (۲۸) اس حدیث کو درج ذیل کتابوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے (۳۳)

مغربی تہذیب کا زوال شروع ہو چکا ہے، یہ کوئی مخفی بات نہیں بلکہ روزِ روشن کی طرح واضح حقیقت ہے۔ اور اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہیکہ وہاں کے خاندانی نظام میں ایک ابتری پیدا ہو گئی ہے، خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے اس میں انتشار ہے، شوہر اور بیوی کے مابین جو اعتماد اور محبت ہونی چاہئے، اس کا گلا گھٹ چکا، اس وقت کے مفکّر اور فلاسفر پریشان ہیں، اور اپنے بکھرتے معاشرتی نظام کو بچانے کیلئے کتابیں لکھ رہے ہیں، کہ کسی طرح معاشرت کی یہ بنیاد بکھرنے سے بچ جائے طرفین میں حقیقتاً الفت ومحبت پیدا ہو جائے جو زندگی کی حقیقی لذت ہے، اور اس گذرتی زندگی میں فقر وفاقہ بھی آتا ہے، جو کہ خوش دلی سے مشرقی عورت بالعموم برداشت کرتی ہے اور ہمارے مشرقی ممالک میں تو ایسے بہت سے گھرانے ہیں، جہاں زندگی گذارنے کی بنیادی سہولیات سے بھی عورت محروم ہے، مگر وہ ان حالات کو خندہ پیشانی سے سر کرتی ہے، اور اس میں اس کو جنّت کا مزہ آتا ہے، اور وہاں تو ضرورتِ زندگی کی تمام آسائشیں اور عیش وعشرت کا سامان قدموں پڑا ہے، اس کے بعد بھی وہ سکون میّسر نہیں جو ازدواجی زندگی کا حسن ہے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کرنے والا مغربی انسان اپنے افکار کی دوڑ ہار رہا ہے، اور ان کے شہری سکون کو باہر

کلبوں اور تفریح گاہوں میں ڈھونڈتے ہیں، جوان کو گھر میں میسّر نہیں، گھر میں داخل ہونے کے بعد ان کو دنیاوی جنّت کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ وہ گھر کی زندگی سے بھاگتے ہیں اور ان کے گھر میں سکون کا کوئی سامان میسّر نہیں۔

عورت کا معاشرتی حق

اسلام نے جہاں دوسرے حقوق عورت کے دامن گیر کئے ہیں وہاں عورتوں کو معاشرتی حقوق سے بھی نوازا ہے۔ جو اقوامِ عالم نے اس سے آزادی کے نام پر سلب کئے ہیں۔ کوئی مذہب، کوئی معاشرہ، کوئی نظام اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا، اور زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتا، جب تک اس میں طبقۂ نسواں پورے طور پر اپنی دلچسپی ظاہر نہ کرے، اور اس سے وفاداری کا اظہار نہ کرے۔ یہ نہ صرف اسلام کی بلکہ عام تاریخ کا ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے، کہ اسلامی معاشرہ اور اسلام کا معاشرتی نظام اپنی خصوصیات کیساتھ کیسے اب تک قائم ہے۔ جب کہ صدیوں نہیں بلکہ ہزاروں برس کی ذہانتیں صرف ہوئیں، اس کے بعد اغیار نے اپنا نظام ترتیب اور مدِّ مقابل میں عربوں کی محدود زندگی، اور اسلام کی سادگی نے ان ترقی یافتہ نظام کا مقابلہ کیا، اور اس غلط ثابت کر دیا۔

اسلامی قانون اور معاشرتی نظام کے تحفظ کیلئے اس دشوار اور نازک کام میں ہماری بہنوں نے پورا پورا تعاون (CO OPRATION.) کیا۔ امراء اور حکّام، سلاطین و بادشاہ، اسلامی فوجوں کے کمانڈر، اسلامی سوسائٹی، اور اسلامی تشخّص اور اسلامی تہذیب و تمدّن کی حفاظت نہ کر سکتے تھے، اگر خدا سے ڈرنے والی اور شریف النفس پختہ ایمان رکھنے والی خواتین، اسلامی تہذیب اور اسلامی تشخّص (ISLAMIC IDENTITY) کی حفاظت اور اس کی بقاء کیلئے مردوں سے مکمل تعاون نہ کرتیں، اگر وہ اسلام کے خاندانی نظام اور اسلامی عائلی قانون کے قیام اور ایسے گھر کی تعمیر جو اسلامی تربیت کے زیرِ اثر پروان چڑھ رہا ہو اور جہاں پاکیزگی، محبّت اور دین کی فضا ہو، مردوں کو سہارا نہ دیتیں تو مسلمانوں کو اپنے اسلامی امتیاز اور اسلامی تہذیب و تمدّن کے ساتھ باقی رہنا مشکل ہو جاتا۔ چاہے ان کی پشت پناہی کیلئے بڑی، بڑی قوتیں مظبوط حکومتیں، اور ترقی یافتہ سلطنتیں ہوں تب بھی یہ اسلامی معاشرہ خود اعتمادی اور احساس برتری کے ساتھ قائم و دائم نہیں رہ سکتا تھا۔ ان خواتین کا اسلامی تشخّص میں ہی نہیں بلکہ اسلامی بقا میں بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

لیکن صد افسوس ہے کہ ہم مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہمارا طریقہ وہ نہیں جو ہمارے اسلاف کا رہا، ہم یہ بھول چکے کہ اسلامی تہذیب و تمدّن پر بہت سے فرسودہ اَدوار آئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ اسلام کا معاشرتی نظام شاید اب صرف کتابوں میں ہی رہ

جائے گا، اور اسلامی تہذیب وتمدن کو شکست کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ مگر بالآخر اسلام ہی سرخ رُو ہوا ہے۔ چوں کہ آج مغرب ترقی یافتہ ہے اور موثر وہ ہی ہوتا ہے جو ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ اور ہم بھی مغربی تہذیب کو اپنا لبادہ اسلئے بنائے ہوئے ہیں کیوں کہ اسکی ظاہری ترقی کا ہم اثر لئے ہوئے ہیں، اور اس بات سے قطع نظر کئے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمیشہ اپنے محبوب کے دین کو ہی سرخ رُو کیا ہے، اور کامیابی کا مدار دین حنیف کی پیروی سے جوڑا ہے۔ نہ کہ وسائل کی بہتات سے، اور اس دوری کا سبب ہمارے ایمان کی کمزوری ہے اور خود اعتمادی کا فقدان ہے، حالانکہ ہمیں بہت خود اعتمادی سے مغربی تہذیب کو للکارنا چاہئے تھا کہ آؤ ہم تمہیں معاشرت سکھائیں، عِفّت وپاک دامنی کا سبق ہم سے سیکھو مگر ایسا نہیں ہوا۔

اسلام نے سب سے پہلا حق عورت کو پیوندِ خاک ہونے سے بچایا اور اس قبیح قانون کو ہمیشہ کیلئے توڑا کر اس خطرناک روایت کو ختم کیا اور اس عمل کو حرام قرار دیا اور بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والی ریاست ملکِ پاکستان میں آج بھی بیٹیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے، اور پھر باہر کی دنیا کا تو کیا رونا۔ ہندوستان میں اب بھی ہر سال دس لاکھ بیٹیوں کو قتل کیا جاتا ہے، اور بچیوں کے قتل کا یہ سلسلہ صدیوں سے چلتا چلا آرہا ہے۔

بیٹی کا دوسرا حق یہ ہے کہ جب وہ سنِ بلوغت کو پہنچ جائے تو والدین مناسب رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کردیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں اور اس نے انکی اچھی پرورش کی حتیٰ کہ ان کا نکاح کردے تو وہ آدمی جنت میں ایسے میرے ساتھ ہوگا، جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہیں۔ (۳۴) اور یہ بشارت صرف بیٹی کیلئے ہے، بیٹوں کیلئے نہیں، بیٹے اگرچہ دس ہوں اور ان کی پرورش کے بعد بھی یہ بشارت نہیں۔ اور اسلام نے اس کو بیٹی کا حق قرار دیا ہے، کہ والدین اس کی نیک پرورش کے بعد اس کا نکاح کریں نہ کہ اس کو بوجھ سمجھا جائے جیسے کہ زمانہ جاہیت میں ہوتا رہا۔ اور آج بھی دین سے دوری کے سبب یہ ہورہا ہے۔

وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا

ترجمہ: اور عورت مرد کے گھر کی نگھبان ہے۔

عورت کو ازدواجی حق اسلام نے دیا ہے، اسلام سے پہلے لوگ عورت کو شیطان کا آلہء کار سمجھتے تھے، یا پھر اس کو ایک کھلونا تصور کیا جاتا، اور اس کے جسم کا استحصال کیا جاتا، یا پھر اس سے دوری اختیار کرتے ہوئے رَہبانیت کو اپنا مذہب بنایا جاتا مگر اسلام نے آتے ہی فیصلہ کردیا

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ

اسلام میں رہبانیت (الگ تھلگ رہنا) جائز نہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوا

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (۳۵)

نکاح میری سنت میں سے ہے، اور جو میری سنّت سے اعراض کریگا وہ ہم میں سے نہیں۔

معاشرتی زندگی سے الگ ہو کر جنگلوں میں جا کر سکونت اختیار کرنا جائز نہیں، بلکہ اللہ تعالی کی طرف جو راستہ جاتا ہے وہ جنگلوں اور غاروں سے ہوتا ہوا نہیں جاتا بلکہ گلی، کوچوں اور بازاروں سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔ یعنی کہ اگر تم ازدواجی زندگی اختیار کروگے تو تمھاری شریکِ حیات اللہ تعالی کی معرفت اور اس کی رضا کے حصول میں تمھاری معاوِن و مددگار ہوگی۔ اور تم وہ حقوق ادا کروگے جو اللہ تعالی نے تم پر عائد کئے ہیں تو تمھیں معرفت کا نور حاصل ہوگا۔

اب اس سے قدم آگے بڑھائیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی نے شادی شدہ عورت کے اجر میں اضافہ کردیا ہے چنانچہ فقہاءؒ لکھتے ہیں کی کنواری لڑکی اگر نماز پڑھیگی تو اس کو ایک نماز کا ثواب ملیگا، اور اگر شادی شدہ عورت نماز پڑھے گی تو اس کو ایک نماز کا ثواب اکیس ۲۱ نمازوں کے برابر ملیگا۔ کیوں کہ اب اس پر دو خدمتیں ضروری ہوگئی ہیں۔ ایک خاوند کی خدمت دوسرا اللہ کی عبادت، تو جب وہ خاوند کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریگی تو اس کے اجر میں اضافہ کردیا جائے گا۔

اسلام نے جہاں دوسرے معاشرتی حقوق عورت کی جھولی میں ڈالے، وہاں اسے ماں ہونے کا اعزاز بھی بخشا، اور اس کی اولاد کیلئے اس کے قدموں تلے جنّت رکھ دی، عورت ماں تو قبل از نبوّت بھی بنتی تھی اوور آج دیگر مذاہب و دیگر تہذیبوں میں بھی بنتی ہے، مگر اسلام نے اولاد کو اس کے قدموں تلے جنّت کا متلاشی بنادیا۔ اور ایک حدیث کا مفہوم ہے صحابیِ رسول نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے میں کس کی خدمت کروں والدین میں سے حضور ﷺ نے فرمایا، ماں، کی پھر پوچھا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا ماں کی اس طرح تین مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا، ماں کی خدمت کرو اور چوتھی مرتبہ فرمایا، باپ کی خدمت کرو، یعنی کے ماں کا درجہ اسلام نے اتنا بلند رکھا ہے کہ اس کی خوشی پر جنّت کی ضمانت ہے (۳۶)

حضرت اویس قرنیؒ حضور ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، بھلا اس سے بڑا اور کیا شرف ہوگا۔ کہ حضور کی زیارت نصیب ہوجائے، لیکن اویسِ قرنیؒ نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی ملاقات کیلئے آنا چاہتا ہوں مگر میری والدہ بیمار ہیں اور ان کو میری خدمت کی ضرورت ہے، تو آپ ﷺ نے ان کو حاضر ہونے سے منع فرمادیا، اور فرمایا کہ تم میری زیارت کیلئے نہ آو، بلکہ اپنی والدہ کی خدمت کرو (۳۷)

ماں کی خدمت کا صلہ یہ ملا کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کی اے عمرؓ کسی زمانہ میں قرن یعنی یمن کے علاقہ سے ایک آدمی مدینہ آئے گا، جس کا یہ حلیہ اور یہ اوصاف ہوں گے، جب یہ آدمی تمہیں مل جائے تو تم اس سے اپنے لئے دعا کرانا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرمائیں گے، چنانچہ جب بھی کوئی قافلہ قرن سے آتا تو حضرت عمرؓ ان سے جا کر پوچھتے کہ کیا آپ میں کوئی اویس نام کا شخص ہے ایک دفعہ انہیں معلوم ہوا کہ قرن سے ایک قافلہ آیا ہے اور اس میں اویس قرنیؒ بھی ہیں، تو وہ اویس قرنیؒ کے پاس گئے، اور دیکھا کہ حضور ﷺ نے جو حلیہ بتایا تھا وہی کردیں۔ تو انھوں نے کہا کہ میں آپ کے حق میں دعا کردوں؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے وصیت کی تھی، جب قرن سے یہ صاحب آئیں تو ان سے اپنے حق میں دعا کرانا، یہ سن کر ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے، کہ حضور ﷺ نے یہ نسبت میری طرف فرمائی۔ یہ ماں کی خدمت کا صلہ ہے، جو حضرت اویسِ قرنیؒ کو مل رہا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان سے اپنے حق میں دعا کرانے آئے ہیں۔ (۳۸)

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ بدھا، ص:۱۶۹ مصنّف اولڈن برگ
۲۔ انسائیکلو پیڈیا مذہب و اخلاق ص:۲۷۱ ج ۵، نیویارک
۳۔ یونیورسل، ہسٹری آف دی ورلڈ، ص:۳۷۸ ج:۱ ہمیرٹن
۴۔ ماخوذ، تہذیب وتمدّن پر اسلام کے احسانات
۵۔ سنن الدارمی ج:۱ باب ما کان علیہ الناس قبل مبعث النبی من
۶۔ الزّخرف، آیت ۱۸
۷۔ سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ص:۹۰۹ ج:۳
۸۔ تہذیب التہذیب ص:۴۳۵ ج:۱۲
۹۔ فتح الباری ص:۴۷ ج:۹
۱۰۔ تہذیب التہذیب ص:۱۷۶ ج:۷
۱۱۔ طبقات ابنِ سعد ص:۱۲۶ ج:۲
۱۲۔ شیخ سعید انصاری ندوی، سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات ص:۱۴
۱۳۔ اسد الغابہ ص:۵۸۶ ج:۵
۱۴۔ سیر الصحابیات مع اسوہ حسنہ ص:۱۴
۱۵۔ طبقات ابن سعد ص:۲۰۳ ج:۸
۱۶۔ کتابتِ حدیث عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں ص:۱۵۵

۱۷۔ سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات ص:۱۶۱

۱۸۔ طبقات ابن سعد ص:۳۶ ج:۲

۱۹۔ سیر الصحابیات مع اسوہ حسنہ ص:۴۲

۲۰۔ اسد الغابہ ص:۲۹۸ ج:۵

۲۱۔ بخاری ص:۷۸۶ ج:۲

۲۲۔ اصابہ ص:۹۱ ج:۸

۲۳۔ اسد الغابہ ص:۴۴۰ ج:۵

۲۴۔ کتاب الام شافعی ص:۱۴۵ ج:۱

۲۵۔ ابوداود ص:۲۷۳ ج:۱

۲۶۔ سورہ نساء آیت نمبر:۲۰

۲۷۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، اسلام میں خواتین کے حقوق ص:۵۰

۲۸۔ احکام القرآن ص:۳۸۶ ج:۱

۲۹۔ سورہ نساء آیت نمبر:۳۴

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۳۳

۳۳۔ بخاری ص:۷۶۳ ج:۱، بخاری ص:۱۰۵۲ ج:۲، نسائی ص:۳۰۴ ج:۲، ترمذی ص:۵۱ ج ۲، ابواب الرؤیا، مستدرک حاکم ص:۱۱۹ ج:۳

۳۴۔ ترہیتی بیانات ص:۴۴

۳۵۔ جامع الاصول ص:۳۹۸ ج:۳

۳۶۔ جامع الاصول ص:۳۹۷ ج:۱

۳۷۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل حدیث نمبر ۲۵۴۲

۳۸۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۴۲

✿